سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن نمبر (۶۹)

بہشتی تبلیغ

مطبوعہ الواعظ صفدر پریس لکھنؤ

محصول ڈاک ۱ر

قیمت ۲ر

صحیفۂ اعمال

امامیہ مشن لکھنؤ نے مومنین کی ضرورت سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اعمال وادعیہ اور وظائف واوراد کا ایک ایسا جامع مجموعہ شایع کیا ہے جو عبادت وریاضت سے متعلق سال بھر کی تمام ضروریات کو مکمل طور پر پورا کر دیتا ہے۔ ہر ہر مہینہ سے تعلق رکھنے والے جملہ اعمال و وظائف سلسلہ وار درج کرکے ساتھ ہی ساتھ اُن کا اردو ترجمہ بھی دیدیا گیا ہے تاکہ مطالب و معانی سمجھ میں آتے رہیں اور اس طرح پورے طور پر رجوع قلب حاصل ہو سکے۔ جن جن مہینوں میں کسی معصوم کی وفات و پیدائش واقع ہوئی ہے اس کی مناسبت سے فضائل۔ نوحے اور ماتم بھی درج کر دیے گئے ہیں غرضکہ اس کی ممکن کوشش کی گئی ہے کہ سال بھر کی ضروریات میں سے کوئی چیز بھی حذف نہ ہونے پائے۔ آپ کو وظائف و اوراد کی کوئی کتاب بھی اتنی مکمل و جامع نہیں ملے گی۔ جتنا جامع و مانع یہ نسخہ ہے جو دینی ضروریات کے ساتھ ساتھ دنیاوی معلومات کا بھی خزینہ دار ہے۔

علاوہ ٹائیٹل کے ۵۲۶ صفحات پر مشتمل ہے اور ان تمام خوبیوں کے ہوتے ہوئے علاوہ ۳/ محصول ڈاک کے قیمت محض ایک روپیہ ہے۔

ملنے کا پتہ   آنریری سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

[illegible]

(از قلم)

حضرت سید العلماء مولانا السید علی نقی النقوی

دام ظلہ

سلسلہ اشاعت امامیہ مشن نمبر (۶۹)

اس مختصر رسالہ میں حضرت مصنف دام ظلہ نے بہت سے وہ معلومات اکٹھا کر دیئے ہیں جن سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ اسلام میں تبلیغ کی کیا اہمیت ہے۔ پیغمبر اسلام کے بعد مسلمانوں کے زاویۂ نظر میں کیا تبدیلی ہوئی فرقہ شیعہ کا مسلک شروع سے کیا رہا۔ پھر شیعیت کی تبلیغ و اشاعت دنیائے اسلام اور بالخصوص ہندوستان میں کس طرح ہوئی۔

امید ہے کہ افراد قوم اس رسالہ کی قدر فرمائیں گے۔

(خادم قوم) سید مصطفےٰ احسن رضوی
سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

(ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علیٰ سید المرسلین و آلہ الطاہرین

اسلام میں تبلیغ کی اہمیت

اسلام تبلیغی مذہب ہے اور جب سے اس کی بنیاد پڑی تبلیغ کا پہلو اس کے تعلیمات کا جزو اعظم اور اس کے آئین و اصول میں پیش پیش رہا۔ اس کا نشو و نما۔ ترقی و وسعت اور اس کی ابتدائی و انتہائی کامیابیاں سب تبلیغ ہی کے ذریعہ سے تھیں اور یہی اس کی ہر دلعزیزی و مقبولیت کا راز ہے۔

وہ لوگ جو اسلام کی اشاعت کا ذریعہ تلوار کو قرار دیتے ہیں انھیں اس پہلو پر غور کر لینے کی ضرورت ہے کہ تلوار اٹھانے کے لئے خود ایک طاقت و قوت درکار ہے اور اس طاقت و قوت کا حصول تلوار کا رہین منت نہیں ہو سکتا بلکہ وہ ذریعہ کہ جو اسلامی ترقیوں کے لئے سنگ بنیاد کہا جا سکتا ہے وہ رسول کی قولی و عملی تبلیغ ہی ہے اور کچھ نہیں۔

روحانیت فنا ہو چکی تھی۔ مذہب کی عمارت میں اینٹ سے اینٹ بج چکی تھی۔ انسانیت کے خط و خال بگڑے ہوئے تھے اور بہیمیت و حیوانیت کا دور دورہ تھا۔ رواداری و ہمدردی بے معنی الفاظ بن چکے تھے۔

اور گمراہی و ضلالت کا سیلاب پوری طاقت کے ساتھ بڑھا ہوا تھا اُس تاریک دور شرک و جاہلیت میں ایک زلزلہ خیز نغمۂ توحید تھا جو قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا کی آواز کے ساتھ زمین و آسمان کی درمیانی فضا میں گونجا تھا اور جس میں وہ قوت انقلاب تھی کہ جس نے عالم کو کایا پلٹ کر دیا اور بڑی سے بڑی مادی طاقتوں کو شکست دی۔

اس میں وہ مقناطیسی جذب تھا جس نے قوت احساس رکھنے والے قلوب کو ایک غیر مصنوعی کشش کے ساتھ کھینچ لیا اور ان کے جسم و روح، طرز عمل اور نظام زندگی میں وہ غیر معمولی انقلاب پیدا کیا کہ وہ ایک نئے رنگ میں رنگے ہوئے نظر آنے لگے (صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ ونحن لہ عابدون)۔

یہ مختصر کلمۂ توحید اگر کسی فوج و لشکر کی حیثیت رکھتا ہے، اگر اس میں تلوار کی برش، نیزہ کی لچک اور توپ کی گرج ہے تو یہ بھی تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ اسلام تلوار کی قوت اور فوج و لشکر کی طاقت سے پھیلا ہے اور اگر ایسا نہیں بلکہ وہ صرف ایک روادارانہ دعوت حق اور تبلیغ حقانیت ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ اسلام کی نشر و اشاعت کا ذریعہ تبلیغ تھی اور بس تبلیغ۔

وہ انذر عشیرتک الاقربین کی مخصوص و محدود دائرہ میں

دعوت ہو یا قم فانذر کا عمومی حکم، اُس کی تعبیر بہرحال تبلیغ ہی کے ساتھ ہو سکتی ہے اور انما انت منذر میں رسول اسلام کے فرائض کو صرف تبلیغ میں منحصر کرتے ہوئے انا ارسلناک کافۃ للناس بشیرا و نذیرا میں اُن کے دعوت حقانیت کے صرف دو پہلوؤں کو روشن کیا گیا ہے ایک بشارت اور دوسرے انذار یعنی وعدۂ جنت اور وعید نار جو تبلیغ ہی کے دو شعبے ہیں اور ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن کے جامع الفاظ سے تبلیغ کا دستور عمل اور لائحہ کارگزاری پیش کیا گیا جس کے مندرجہ ہدایات کے مطابق تبلیغ کے فریضہ کو انجام پذیر ہونا چاہیے۔ اور ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر کے حکم محکم سے ہمیشہ کے لیے دعوت و تبلیغ کے سلسلہ کے باقی رہنے کی پیش بندی کی گئی جس پر کاربند ہونا ہر زمانہ میں فرض کی حیثیت سے لازم ہوا۔

ان آیات میں غور کرنے سے صاف یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں جو خاص طریقۂ کار مقرر کیا گیا ہے وہ دعوت و تبلیغ ہی اور اسی کو برابر ہر صورت سے نمایاں کیا جانا ضروری سمجھا گیا ہے لیکن نشر و اشاعت کے سلسلہ میں فوج کشی و صف آرائی وہ اسلام کے اصول اساسی میں کسی جگہ نظر نہیں آتی ورنہ ادع الی سبیل ربک کے الفاظ میں سب سے پہلے یا بعد و عوت بالسیف

کا تذکرہ ضرور ہوتا۔

بلکہ لا اکراہ فی الدین۔ انکرہ الناس حتیٰ یکونوا مومنین ما انت علیھم بمصیطر کے الفاظ میں جبر و قہر کی نفی کی گئی ہے۔ اور ماعلی الرسول الا البلاغ کہکر رسول کے فرض کو حصر کے ساتھ تبلیغ میں معین کیا گیا ہے۔

تاریخ اسلامی کا سرسری نظر سے مطالعہ بھی اس امر کے اندازہ کے لیے کافی ہوگا کہ رسول اسلام کے طرز عمل میں بھی یہ پہلو بیش از بیش ملحوظ تھا اور وہ دعوت و تبلیغ کے فرض کو اپنا اولین نقطۂ نظر سمجھتے تھے اور وہی آپ کی صداقت کا اصلی جوہر اور آپ کی کامیابی کا حقیقی رمز تھا۔ مکہ کی فضا جہاں تین سو ساٹھ بتوں کی ثناو ستائش کا غلغلہ بلند تھا وہاں دعوتِ حقانیت کا ایک حیرت انگیز مجسمہ اپنی خاموش و پرامن تبلیغ میں مصروف تھا اور دنیا کی باطل طاقتوں کو اپنے روحانی پیغام کے بے شور و شر نغموں سے متزلزل بنائے ہوئے تھا۔

مہاجرین کی پوری جماعت جس کے کارنامۂ عمل سے اسلامی تاریخ کے ورق آج تک لبریز ہیں بلکہ انصار کی بھی جماعت جس کی فداکاری و جاں نثاری کے پر صداقت عہد و پیمان رسولؐ کی ہجرت کے لیے محرک ہوئے وہ سب اُسی خاموش تبلیغی دور کے نتائج ہیں اور اسلامی

کامیابیوں اور سر سبزیوں اور اس کے سنہری واقعات کا تعلق زیادہ تر اسی جماعت کے ساتھ ہے ورنہ اسلام کے آخری زمانہ میں اور اسلامی مجاہدات کے بعد جو مدافعانہ ضروریات سے مجبور ہو کر کیے گئے تھے جتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان میں سے تو بیشتر مؤلفۃ القلوب وادنیٰ درجہ کے اشخاص ہیں جن کا اسلام کے روشن و زریں خصوصیات میں کوئی ہاتھ ہے اور نہ کوئی تعلق۔ اس سے یہ نتیجہ زیادہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کا حقیقی جوہر نشر و اشاعت دعوت و تبلیغ تھا اور اس کے بہترین نتائج کامیابی صرف اسی کا نتیجہ ہیں اور بس۔

علاوہ ان کارگذاریوں کے جو رسالتمآبؐ بذات خود تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں انجام دے رہے تھے۔ حضرت نے تبلیغی کام کو وسیع پیمانہ پر آگے بڑھانے کے لیے تبلیغی وفود بھی روانہ فرمائے ہیں جن میں ملک حبش، فارس اور اسکندریہ ایسے دور دراز ممالک بھی شامل ہیں اور یمن کی جانب اپنے ابن عم امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالبؑ کو یہ کہکر روانہ فرمایا کہ لان یھدی اللہ بک واحد اخیر لک من الدنیا وما فیھا "تمہارے ہاتھ سے ایک شخص کی ہدایت ہو جائے یہ تمہارے لیے تمام دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے"

اس وقت بھی کہ جب اسلام کا مجاہدانہ دور شروع ہو چکا ہے رسالتمآبؐ

کے طرزِ عمل سے یہ امر صاف نمایاں ہے کہ آپ کا اصلی نقطۂ نظر جنگ کرنا اور فتح و ظفر حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ آپ حتی الامکان ایسے مواقع بہم پہونچاتے ہیں کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔

حدیبیہ کی صلح میں جو اکثر جنگجو طبائع پر گراں بھی گذری یہ پہلو بہت زیادہ نمایاں ہے۔

اسلام کے احکام شرعی اور فرائض مذہبی میں بھی جہاں تک دیکھا جائے بہت زائد تبلیغی مفاد مدنظر رکھا گیا ہے۔

پانچ وقت کا بلند بانگ نعرۂ توحید جو اذان کی صورت سے بلند ہوتا ہے وہ اسی تبلیغ کی غرض سے ہے۔ اور نماز جماعت کا حکم اور اس میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک ہونے کا اہتمام اور پھر حج میں تمام اطراف عالم کے مسلمانوں کو ایک مقام پر مجتمع ہونے کی دعوت شوکت اسلامی کے مظاہرہ کی نہایت واضح حیثیت رکھتی ہے۔

رسالتمآبؐ کی زندگی کے آخر کا سب سے بڑا عظیم الشان واقعہ وہ بھی حضرت کی تبلیغی زندگی کا انتہائی اہم باب ہے جس کے متعلق خاص طور سے حضرت احدیت کی طرف سے حکم محکم نازل ہوا تھا کہ یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس اور اسی فرض تبلیغ کے ادا ہونے کے بعد یہ پیغام پہونچا تھا

کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا اور رسالتمآبؐ نے اس تبلیغ کو ہمہ گیر و غیر محدود بنانے کے لئے اپنے خطبۂ حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرمادیا کہ فلیبلغ الشاہد الغائب اس وقت موجود رہنے والوں کا فرض ہے کہ وہ اُن تک جو موجود نہیں ہیں اس کی تبلیغ کردیں۔

رسولِ اسلام کے بعد مسلمانوں کے زاویہ نظر میں اختلاف

مذکورۂ بالا واقعات اور نیز اسلامی تاریخ کے ہر حصہ سے یہ صاف ظاہر ہے کہ رسالتمآبؐ کی زندگی کا حقیقی نصب العین اور نقطۂ نظر تبلیغ تھا اور وہی اسلام کی ترقی و اشاعت کا واحد ذریعہ ہے اور اس درمیان میں رسالتمآبؐ کا تلوار اُٹھانا اور میدان جنگ میں آنا صرف ضمنی حیثیت رکھتا ہے جو موانع کے رفع کرنے اور جارحانہ طاقتوں کے دفع کرنے کے لئے تھا اور اُس کو براہ راست اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں کوئی دخل نہیں ہے۔

لیکن انسانی افراد کا بیشتر حصہ اپنی اُفتادِ طبع کی بنا پر تنگ نظر واقع ظاہر بیں ہوتا ہے وہ اپنے پست خیالی اور مادہ کے قیود میں گرفتاری کی وجہ سے ہر بات کے وجوہ و اسباب کو مادیات میں تلاش کرتا ہے اور ایک

بات کو نکال کر اُسی کو واحد سبب قرار دے لیتا ہے اور اس لیے اسلام کی نشر و اشاعت کو جو تمامتر روحانی تعلیم و تلقین اور دعوت و تبلیغ پر مبنی تھی مادی طاقت و قوت کا نتیجہ خیال کر کے بہت سے اُس کے مخالفین یہ کہنے لگے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے اور اُس کی ترقی و اشاعت صرف جنگ و خونریزی کا نتیجہ ہے۔

ہمیں ان سے شکایت ہے اور بجا شکایت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے جذبۂ عداوت اور تعصب اور شوق اعتراض و نکتہ چینی کی بنا پر اسلامی تاریخ کے واقعات کو انصاف اور صبر و سکون کے ساتھ پڑھا ہی نہیں ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے اور اُس وقت ہمارے حیرت اور افسوس کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ خود مسلمانوں نے رسالتمآبؐ کی کامیابی اور اسلام کی حیرت انگیز سرعت کے ساتھ ترقی و اشاعت کے حقیقی فلسفہ پر غور نہیں کیا اور وہ اُس میں صحیح نقطہ پر نہ پہنچ سکے۔

رسالتمآبؐ کے بعد مسلمانوں میں جو افتراق پیدا ہوا اور وہ اقلیت و اکثریت دو حصوں میں منقسم ہو گئے اس میں اکثریت نے یہی سمجھا کہ رسولؐ کی کامیابی کا حقیقی راز صرف تلوار میں مضمر تھا اور جب ہی انھوں نے بڑی کشادہ حوصلگی کے ساتھ تلوار کھینچ لی۔ اور بے دھڑک دوسروں کے مقابلہ پر اُس کا استعمال شروع کر دیا اور آس پاس کے ممالک پر فوج کشی

اور حملہ آوری میں پوری طاقت صرف کردی اور اس طرح دنیا کے امن امان کو خاک میں ملا کر اسلام کو جو سِلم یعنی صلح پسندی سے مشتق ہے امن وامان کا دشمن ثابت کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اغیار کا یہ الزام کہ "اسلام تلوار سے پھیلا" اس کی ذمہ داری بہت کچھ ان ہی اہل اسلام کے سر ہے، جنھوں نے عملی طور پر اسلامی مفاد اور رسالتمآبؐ کے نصب العین اور نقطۂ نظر کی غلط ترجمانی کی اور یہ ثابت کیا کہ اسلام کی ترقی و اشاعت تلوار کھینچنے پر موقوف ہے ایک طرف تو تیغ آزمائی وصف آرائی میں یہ انہماک اور دوسری طرف اسلام کے حقیقی مفاد یعنی علمی تحقیقات اور مذہب کی حقیقی تبلیغ و تعلیم کو اس طرح پامال کر دینا کہ وہ فنا کے قریب پہنچ جائے۔ وہ دور کس حد تک روشن کہے جانے کے قابل ہے جس میں معارف و حقائق کا چرچا نہ رہے فلسفہ الٰہیات اور علم کلام کے مسائل گوشۂ گمنامی میں پڑ جائیں۔ تصنیف تالیف کا دروازہ بند ہو اور روایت احادیث پر سخت پابندیاں عائد ہوں کتب علمیہ کی چھان بین اور جستجو تو کجا۔ علمی تحقیقات کے راستے میں روڑے اٹکائے جائیں علمی دنیا میں یہ امر کیا اچھی نظر سے دیکھا جاسکتا ہے کہ اس عصر میں اگر کسی شخص کے دل میں کوئی شبہ پیدا ہو اور نہ کسی مذہبی مسئلہ کے متعلق تحقیقات کرنا چاہتا ہو تو عوض اس کے کہ اس کے شبہ کو حل کیا جائے اور اس کی تسکین کی کوشش کی جائے اُس کو تازیانہ سے تنبیہ کی

جاتی تھی اور اکثر ضرب شدید تک نوبت پہونچا دی جاتی تھی۔

ملاحظہ ہو امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم وہ تحریر فرماتے ہیں

سنّ عمر سدّ باب الکلام والجدل وضرب صبیغا بالدرۃ

لما ورد علیہ سؤال فی تعارض آیتین من کتاب اللہ تعالیٰ و

ھجرہ وامر الناس بھجرہ "سیدنا عمر نے علم کلام اور مذہبی بحث کے دروازہ

کو بند کردیا اور اُنھوں نے ایک شخص کو جس کا نام صبیغ تھا درّہ سے مارا جب

اُس نے آپ سے قرآن مجید کی دو آیتوں کے باہمی اختلاف کے متعلق سوال کیا

اور اُس کو جلاوطن کردیا۔ اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ اُس سے قطع تعلق کردیں"

شارح قاموس سید مرتضیٰ زبیدی اپنی کتاب اتحاف السادۃ المتقین

فی شرح احیاء علوم الدین مطبوعہ مصر (ج ۱ ص ۱۸۹) میں مذکورہ بالا عبارت

کے تحت میں لکھتے ہیں۔

رأیت بخط الحافظ الذھبی فی کتاب لہ سماہ نعم السمر فی

سیرۃ عمر ما نصہ حدثنا مکی بن ابراھیم حدثنا الجعد بن

عبد الرحمٰن عن یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید قال

اتی رجل عمر فقال یا امیر المومنین انا لقینا رجلا یسأل عن تاویل

القرآن فقال اللھم امکنی منہ فبینا عمر جالس اذ جاءہ علیہ عمامۃ

و ثیاب فقال یا امیر المومنین والذاریات ذروا فالحاملات وقرا

قال عمر انت هو فقام الیہ و حسر عن ذراعیہ فلم یزل یجلدہ حتیٰ سقطت عمامتہ فقال والذی نفس عمر بیدہ لو وجدتک محلوقا لضربت بہ راسک البسوہ ثیابہ واحملوہ علی قتب واخرجوہ حتیٰ تقدموا بہ بلادہ ثم لیقم خطیبا فلیقل ان صبیغا ابتغی العلم فاخطاہ فلم یزل وضیعا فی قومہ حتیٰ ھلک وکان سید قومہ"

"حافظ ذہبی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تصنیف "نعم السمر فی سیرۃ عمر" میں مسلسل سند کے ساتھ تحریر ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ ایک شخص ہے جو تاویل قرآن کے متعلق کوئی سوال پیش کرتا ہے" یہ سنکر حضرت عمر نے کہا خدا کرے وہ میرے ہاتھ آجائے اتنی دیر میں وہ شخص آگیا اُس کے سر پر عمامہ تھا اور جسم میں اچھا خاصہ لباس تھا اُس نے کہا یا امیر المومنین یہ آیت ملاحظہ ہو والذاریات ذروا فالحاملات وقرا

حضرت عمر" اچھا تو ہی وہ ہے" بس یہ کہکر کھڑے ہو گئے اور آستینیں چڑھا کے کوڑے مارنا شروع کر دیے اتنے کوڑے لگائے کہ اُس کا عمامہ گر گیا اور کہا کہ قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں عمر کی جان ہے اگر میں تیرا سر منڈا ہوا پاتا تو تیرے سر پر بھی کوڑے لگاتا"

اچھا اب اس کو اس کے کپڑے پہناؤ اور اس کو ایک اونٹ پر سوار کر کے یہاں سے نکال باہر کرو اور جب یہ اپنے شہر پہونچے تو وہاں کھڑے ہو کر

عام اعلان کرے کہ صبیغ نے معلومات حاصل کرنا چاہے تھے لیکن غلط راستہ اختیار کیا۔

بس وہ دن تھا کہ اس کے بعد سے صبیغ اپنی قوم میں ذلیل ہو گیا حالانکہ وہ اپنی قوم میں سردار کی حیثیت رکھتا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے اہل بصرہ کو لکھدیا اس کے ساتھ نشست برخاست نہ کرنا۔

ابو عثمان مہدی کا بیان ہے کان لو اتانا ونحن مائۃ تفرقنا عنہ "جب وہ آجاتا تھا تو سو آدمی بھی ایک جگہ بیٹھے ہوتے تو وہ سب فوراً متفرق ہو جاتے تھے"

سلیمان بن یسار کا بیان ہے کہ ان صبیغ بن عسل قدم المدینۃ فجعل یسأل عن المتشابہ فبعث الیہ عمر واعد لہ عراجین النخل فلما حضر قال لہ من انت قال عبد اللہ صبیغ قال وانا عبد اللہ عمر ثم قام فضرب راسہ بعرجون فشجہ ثم تابع ضربہ حتی سال الدم علی وجہہ فقال حسبك یا امیر المؤمنین قد واللہ ذھب ماکنت اجد فی راسی۔

صبیغ بن عسل ایک شخص تھا وہ مدینہ آیا اور بعض متشابہ آیتوں کے متعلق دریافت کرنے لگا۔ حضرت عمر نے اس کو بلوا بھیجا اور پہلے سے

بہت شاخیں درخت خرما کی اپنے پاس رکھوالیں جب وہ آیا تو حضرت عمر نے پوچھا تو کون ہی اُس نے کہا کہ خدا کا بندہ صبیغ۔ عمر نے کہا اور میں ہوں خدا کا بندہ عمر۔ یہ کہکر اٹھے اور ایک شاخ خرمے کی لیکر اُس کے سر پر ماری جس سے اُس کے زخم آگیا پھر برابر اُس کو مارتے رہے یہاں تک کہ خون بہہ کر اُس کے چہرے پر آیا " اُس نے کہا بس بس یا امیر المومنین کافی ہی۔ اب وہ خیال میرے دماغ سے نکل گیا جو گردش کر رہا تھا"!

یہ الفاظ بہت معنی خیز ہیں، جبر و تشدد اور سختی و تعزیر اگر کسی علمی اعتراض اور وسوسہ دماغی کے لیے تسکین کا ذریعہ بن سکتی ہی تو بیشک حضرت عمر کی یہ کاوش نتیجہ خیز ہو سکتی ہی ورنہ نہیں۔

ابن سیرین کہتے ہیں کتب عمر الی ابی موسیٰ ان لا یجالس صبیغ وان یحرم عطاءہ ورزقہ۔

حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو جو بصرہ کے حاکم تھے لکھا کہ صبیغ کے پاس کوئی بیٹھے اٹھے نہیں اور بیت المال سے جو اس کا مقررہ ماہوار وظیفہ ہی وہ بند کر دیا جائے۔

مسیب کی روایت ہی کہ انہ حلف لابی موسیٰ الایمان المغلظۃ مایجد فی نفسہ مما کان شیئاً فکتب فی ذلک الی عمر فاجابہ اظنہ ممل صدق فخلی بینہ وبین الناس۔

صبیغ مذکور نے ابو موسیٰ سے بڑی سخت قسمیں کھا کر بیان کیا کہ اب بالکل وہ سابقہ خیالات اُس کے دل میں نہیں ہیں ابو موسیٰ نے اسے حضرت عمر کو لکھا، انھوں نے فرمایا کہ میرا خیال یہ ہی کہ وہ سچ کہتا ہے اس کے بعد سے لوگوں کو اُس سے ملنے جلنے کی ممانعت نہیں رہی"

حقیقت یہ ہی کہ کسی مذہبی سوال پر سختی و تشدد کسی طرح مناسب نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس سختی و تشدد کے بعد معترض کا یہ کہدینا کہ اُس کی تسکین ہو گئی اُس کے تسکین قلب کی دلیل نہیں ہی بلکہ اس قسم کے طرز عمل سے عام افراد کو یہ خیال قائم کر لینے کا موقع مل سکتا ہی کہ سوال لاجواب تھا اور سوائے مظاہرۂ جبر و تشدد کے اس کا کوئی حل موجود نہ تھا۔

اس دور میں تصنیف اور تالیف اور کتابت علوم و معارف کا کام بھی جو مفید ترین شعبہ ہی ایک مخصوص نظریہ کے ماتحت صرف نظر انداز نہیں بلکہ ممنوع قرار پا گیا تھا اور مسلمانوں کو علمی و مذہبی آثار کے قلمبند کرنے سے منع کیا جا رہا تھا وہی مخصوص نظریہ جس کی بناء پر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی کتابت قرطاس کو بلا ضرورت سمجھا تھا اسی کی بنا پر اب عام ارباب قلم کو کتابت احادیث سے منع کیا جاتا تھا اور فرمایا جاتا تھا کہ لا کتاب مع کتاب اللہ " خدا کی کتاب کی موجودگی میں اب کسی کتاب کی ضرورت نہیں ہے"

امام مسلم نے بھی اپنی کتاب صحیح کے شروع میں دبی زبان سے اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے اختلفوا فی کتابة الحدیث فکرھھا طائفة منھم عمر بن الخطاب۔

"احادیث کے قلمبند کرنے کے بارے میں اختلاف ہوا ہے اور ایک جماعت نے اس کو ناپسند کیا ہے جن میں سے حضرت عمر ہیں"۔

عروہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر نے احکام حلال و حرام کے قلمبند کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر بعد میں آپ کی رائے میں تبدیلی ہوئی۔ آپ نے اعلان فرمایا کہ۔

انی کنت اردت ان اکتب السنن و انی ذکرت قوما کانوا قبلکم کتبوا کتبا فاکبوا علیھا و ترکوا کتاب اللہ و انی و اللہ لا اشوب کتاب اللہ بشیٔ ابدا

"میرا ارادہ ہوا تھا کہ احادیث کے قلمبند کرانے کا انتظام کروں لیکن مجھے خیال آیا کہ بہت سے لوگ سابقہ امم و اقوام میں انھوں نے کتابیں تصنیف کیں تو ان ہی کتابوں کے ہو رہے اور کتاب خدا کو ترک کر دیا میں خدا کی قسم کتاب خدا کے ساتھ کسی چیز کی آمیزش نہیں ہونے دوں گا"۔

دوسرے لوگوں میں بھی بعض افراد نے اس خیال میں آپ کے ساتھ اتفاق کیا ابن سیرین کہتے تھے انما ضلت بنو اسرائیل بکتب ورثوھا عن آبائھم

بنی اسرائیل جو گمراہ ہوئے وہ ان ہی کتابوں سے جو باپ دادا سے انھیں پہونچی تھیں"۔

زہری کا قول ہے کتنا فکرع کتاب العلم "ہم لوگ علمی مطالب کے قید تحریر میں لانے والوں کو ہمیشہ بری نظر سے دیکھتے رہے"

یہ تو علمی و تبلیغی شعبوں کی خانہ ویرانی تھی لیکن اس کے برخلاف فوج کشی صف آرائی میں انہماک۔ آس پاس کے ممالک پر جارحانہ حملوں کا جوش۔ اسلامی مملکت کی توسیع کا خیال اور فتح و ظفر کا خروش جس کی بنا پر اس زمانہ کو نشر و اشاعت اسلام کا سب سے زائد زریں دور کہا جاتا ہے وہ اعلیٰ پیمانہ پر جاری تھا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس وقت کے ذمہ دار افراد نے نشر اسلام کے رمز کو علوم و معارف کی وسعت حقائق مذہب کی تفسیر، اخلاق جمیلہ کی تلقین اور سیرت نبیؐ کی عملی حیثیت سے تبلیغ میں مضمر نہ سمجھا تھا بلکہ تلوار اور صرف تلوار میں۔ لیکن وہ جماعت کہ جو اقلیت میں تھی اور شروع میں اتنی کم کہ شمار میں آنے کے قابل نہ تھی اس نے نشر و اشاعت حق کے اصلی رمز کو سمجھ لیا تھا اور اس جوہر کی حفاظت میں اس نے پوری کوشش صرف کی اور اُس نقطۂ نظر کی تبلیغ میں جسے وہ سچائی کے ساتھ حقیقی اسلام کی حفاظت کا ذریعہ سمجھتی تھی پُر امن تبلیغ و تلقین کے سلسلہ کو اختیار کیا اور ملک کی پُر امن فضا کو مکدر کیے بغیر وہ اشاعت حق کے فرض کو انجام دیتی رہی۔

یہ جماعت شیعی جماعت ہے جس کی ابتدا، نشو و نما، ترقی و وسعت

سب تبلیغ و تعلیم کے ذریعہ سے ہوئی اور اس نے اس فرض کو پوری جانفشانی و تندہی کے ساتھ انجام دیا۔

مذہب شیعہ کی سب سے پہلی تبلیغ

یہ امر تاریخی حیثیت سے یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد سب سے پہلی جماعت جس نے اکثریت اور دبدبۂ حکومت کے خلاف تبلیغ حق کی آواز بلند کی ہے وہ صحابۂ کرام میں سے بارہ آدمیوں کی جماعت تھی۔ خالد بن سعید بن العاص۔ ابی بن کعب ابوذر غفاری مقداد بن اسود کندی۔ عبادہ بن صامت۔ سلمان فارسی ابوالہیثم بن تیہان عمار بن یاسر خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین سہل بن حنیف ابو ایوب انصاری۔ جابر بن عبداللہ۔

یہ لوگ تھے جنھوں نے ابتدائی دور میں مسجد نبوی کے اندر نماز جمعہ کے بعد ہی کھڑے ہو کر باری باری اعلان حق کے فرض کو انجام دیا اور انتہائی جرأت کر کے ایمانی قوت اور جوش و خروش کے ساتھ بسیط تقریروں میں اپنے نقطۂ نظر کو واضح کیا۔

علامہ فضل بن شاذان نے جو دوسری صدی ہجری کے محدث اور مورخ ہیں ان تقریروں کو اپنی کتاب رجال میں مکمل طور سے درج کیا ہے اور صدوق ابن بابویہ قمی کی کتاب امالی اور طبرسی

کی کتاب الاحتجاج میں بھی اُن کا تذکرہ ہے۔

یہ مذہب شیعہ کی سب سے پہلی تبلیغ تھی جو رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات کے بعد اس اعلان کے ساتھ ادا کی گئی اور یہی حضرات وہ تھے جنھوں نے اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر انتہائی پُرامن طریقہ سے مذہب تشیع کی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔

سلسلۂ تبلیغ میں پہلا دورۂ سفر

حضرت ابوذر غفاری رضوان اللہ علیہ سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے تبلیغ کے دائرہ کو وسیع کیا اور مذہب شیعہ کو حجاز کی چوحدی سے باہر دوسرے ملک میں شایع و منتشر کیا۔ اُس وقت جب حضرت عثمان نے اُن کو شام بھجوا دیا ہی اور ملک شام کے پائے تخت "دمشق" میں ان کا رہنا حکومت شام کے ملکی مصالح کے خلاف ثابت ہوا تو اُن کو شام کے بیرونی دیہات اور کوہستانی علاقہ کی طرف جس کا نام "جبل عامل" ہے روانہ کر دیا گیا یہاں اُنھیں شیعیت کی تبلیغ کا کافی موقع مل گیا اور سب سے پہلے جس قریہ میں اُن کا داخلہ ہوا وہ "میس" ہے اور اُسی نے پورے طور سے اُن کی دعوت پر لبیک کہی۔ دوسرا قریہ "صرفند" ہے جہاں کے رہنے والوں نے تشیع کو قبول کیا اور یہاں حضرت ابوذرؓ کے نام کی ایک مسجد اور زیارت گاہ بطور یادگار اب تک قائم ہی۔ (العرفان ج ۸ ص ۷۶۴)

اسی سلسلہ تبلیغ میں اُن کو وہ سخت تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں جن کا آخری دل سوز نتیجہ "ربذہ" کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان غربت میں ایک حسرت ناک موت کی صورت میں ظاہر ہوا۔

تبلیغ شیعیت کے مختلف دور

بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنت میں تشیع کا نام بھی لینا جرم سمجھا جاتا تھا اور کیا مجال تھی کہ کوئی شخص عقیدۂ تشیع کا اظہار کر سکے۔

مگر مبارک تھیں وہ ہستیاں جنھوں نے سلطنت وقت کے تمام جاہ و جلال شوکت و جبروت کے باوجود اپنے فریضۂ تبلیغ حق میں کوتاہی نہیں کی۔ اُنھوں نے قید و بند کی سختیاں گوارا کیں۔ سولیوں پر جانا اور تلواروں سے گردنوں کا قلم ہونا منظور کر لیا مگر کھنچی ہوئی تلواروں کی چھاؤں میں بھی اُن کی زبانیں اعلائے کلمہ حق میں مصروف رہیں۔

اموی سلطنت کے دور میں حجر بن عدی، میثم تمار، رشید ہجری اور آخر میں سعید بن جبیر تابعی اور بنی عباس کے دور میں ابن سکیت نحوی وغیرہ وہ شہدائے راہ حق ہیں جنھوں نے حق گوئی کے جرم میں پاداشِ قتل کو برداشت کیا۔

بہت سے کارپردازان تبلیغ تھے جنھوں نے تقیہ کے پردوں میں مختلف لباسوں کے اندر تبلیغ مذہب کا فرض انجام

پردوں میں مختلف لباسوں کے اندر تبلیغ مذہب کا فرض انجام دیا جیسے کمیت بن زید اسدی جن کی زلزلہ افگن شاعری سرتاسر تبلیغ مذہب کا پہلو لیے ہوئے تھی اور اسی طرح فرزدق۔ دعبل سید حمیری وغیرہ۔

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے زمانہ میں تقیہ کی پابندیاں بہت کم تھیں اس لیے شیعی علم کلام نے خوب ترقی کی اور مبلغین کو ایک حد تک آزادی سے دعوت و تبلیغ کا موقع ملا۔

ان میں ہشام بن حکم۔ ہشام بن سالم۔ قیس ماصر۔ مومن الطاق وغیرہ بڑے متکلمین ہیں جنھوں نے مناظرات و مصنفات کے ذریعہ سے مذہب شیعہ کے بڑے خدمات انجام دیے۔

اصحاب ائمہ کا دور ختم ہونے کے بعد علمائے مذہب کا دور شروع ہوتا ہے جس میں تبلیغ مذہب کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔

ان میں سے ہر دور کے سرآمد مبلغین اور ان کے علمی و تبلیغی خدمات کا تذکرہ بہت زیادہ بسط و تفصیل کا محتاج ہے جس کے لیے اگر زمانہ مہلت دے اور توفیق الٰہی شامل حال ہو تو ایک مستقل تصنیف درکار ہے اس وقت نہ تو وقت ہے، اور نہ موقع و محل کا اقتضاء ان تمام مبلغین کے تذکرہ کی اجازت دے دیتا ہے۔

مملکت ایران میں صفوی سلاطین خدا اُن کی روحوں کو اپنی رحمت کاملہ سے سیر و سیراب فرمائے انھوں نے ایران میں مذہب شیعہ کی نشر و اشاعت میں پورے انہماک کے ساتھ (مگر بزور شمشیر نہیں) کوشش کی اور اس میں اتنے کامیاب ہوئے کہ ایران پورا ایک شیعی ملک کی شکل میں آگیا۔

ہندوستان میں مذہب شیعہ کی تبلیغ

ہندوستان میں شیعی مذہب کی تبلیغ کا سہرا تو جہاں تک میں سمجھتا ہوں ایرانیوں کے سر ہے اور اُن میں بہت زیادہ سادات کو خصوصیت ہے۔

ہندوستان ہمیشہ سے زرخیز اور مال و دولت کا خزانہ مشہور رہا ہے اس لیے غیر ممالک کے لوگ جب پریشانی میں مبتلا ہوتے تو سب سے پہلے اپنے درد کا درمان یہی سمجھتے تھے کہ ہندوستان چلے آئیں۔

یہی سبب ہے کہ ہندوستان میں شریف مسلمانوں کے خاندان بہت کم ایسے ہوں گے جن کا رشتہ ایران و عراق سے جڑا ہوا نہ ہو۔

سلاطین مغلیہ کے دور حکومت میں بڑے بڑے ارکان دولت اور ذمہ دار اجزائے مملکت زیادہ تر ایرانی نژاد اور شیعہ تھے اور ان ہی کے ذریعہ سے علمائے شیعہ کا جو زیادہ تر ایرانی با

عراقی ہوا کرتے تھے سلسلۂ آمد و رفت قائم تھا اور اکثر حضرات کو
اُن میں سے یہاں قیام کا موقع حاصل ہوتا تھا۔
صوفیت کے لباس نے میرے خیال میں تشیع کی پرورش میں بڑا کام کیا ہے
اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر صوفیائے کرام کے خیالات بعض امور میں شیعوں سے
ملتے جلتے اور اُن کے قریب ہوتے ہیں اور کم از کم اُن کو تعصب شیعوں سے اتنا
نہیں ہوتا جتنا دوسرے بہت سے افراد کو۔ حیدرآباد میں شیعیت کی تبلیغ اسی
تصوف کے پردے میں شاہ طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے کی جو ایک یادگار کارنامہ
ہے۔ اس کے بعد یہ حقیقت ہے، اور تاریخ کے رو سے ناقابل انکار امر کہ اس
تمام طول طویل مدت میں شیعی افراد کتنے ہی برسر اقتدار ہوئے اور حکومت کے
بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے اور جاہ و منصب حاصل کیے مگر اُن کی ترقیاں شخصی و
انفرادی تھیں اجتماعی و مذہبی حیثیت سے کوئی تبلیغ و اشاعت مذہب کی
اس دور میں نظر نہیں آتی۔
اس اعتبار سے اولیت کا شرف صرف ایک مجاہد ملی کو حاصل ہے جو آج سے
تقریباً ڈیڑھ سو برس پہلے پیدا ہوا اور جس نے اپنے ثبات و استقلال، ولولۂ عمل، اخلاص
قلب اور جوش مذہبی سے زمین کو آسمان بنا دیا اور ہندوستان بالخصوص
صوبۂ اودھ کی مذہبی فضا میں وہ تشیع کی روح پھونکی جس کے روزافزوں نتائج
آج شیعوں کی ڈھائی کروڑ کے قریب مردم شماری کی صورت میں نظر آ رہے ہیں

یہ بزرگ ہستی مجدد ملت حقہ حضرت غفرانمآب مولانا سید دلدار علی طاب ثراہ کی تھی جنھوں نے عراق و ایران سے تکمیل علوم کرکے ہندوستان مراجعت کی اور لکھنؤ کو اپنا مرکز بنا کر شیعیت کا علمی حیثیت سے سنگ بنیاد قائم کیا۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ سب سے پہلی نماز جماعت جو اس ملک میں شیعوں کی منعقد ہوئی ہے وہ ۲۷ رجب ۱۲۰۰ھ کو مسجد حسن رضا خان واقع[1] گول دروازہ لکھنؤ میں تھی جس میں جناب غفرانمآب مقتدا اور بادشاہ مع ارکان دولت اور عام مومنین شہر مقتدی تھے اس کے قبل کوئی نماز جماعت شیعوں کی اس ملک میں نہ ہوئی تھی۔

اُنھوں نے "عماد الاسلام" لکھکر ملت حقہ کی ناقابل تزلزل بنیاد قائم کی اور "ذوالفقار"، "صوارم"، "حسام" سے جہاد مذہب میں بیش قیمت کارنامے پیش کیے۔

اُن کی اولاد اور تلامذہ نے اُن کے قائم کیے ہوئے شجر کو سربلند و شاداب رکھنے میں پوری کوشش صرف کی اور ملت حقہ کے گراں بہا

---

[1] افسوس ہے کہ اس مسجد کا نام و نشان بھی اب نہیں ہے۔ کوتوالی اور دوسری عمارتوں کی بنیاد اُس مسجد کی خراب شدہ بنیادوں پر قائم اور تاریخ و حسیات مذہبی کیلئے ماتم کا سرمایہ ہے

خدمات انجام دیئے جن کے بہترین نمونے جناب سلطان العلماء رضوان مآب طاب ثراہ کی ضربت حیدریہ۔ وطعن الرماح وغیرہ۔ سید العلماء علیین مکان کی حدیقۂ سلطانیہ۔ مولانا مفتی محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ کی تشئید المطاعن۔ جناب مفتی میر عباس صاحب اعلی اللہ مقامہ کی لوامع القرآن وجواہر عبقریہ۔ مولانا سید حامد حسین صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کی استقصار الافحام اور عبقات الانوار کی صورت میں موجود ہیں اور جن کے تبلیغی نقوش ملت بیضا کے صفحات پر روشن حروف میں ہمیشہ نمایاں رہیں گے۔

زمانہ رنگ بدلتا ہے اور ضروریات زمانہ میں بھی اس کے ساتھ انقلاب ہوتا ہے ایک وقت وہ تھا کہ ہندوستانی مسلمان شرفاء اپنے ایرانی نژاد ہونے کا احساس رکھتے تھے اور اس لیے اپنی اصلی زبان فارسی رکھنے کو فخر سمجھتے تھے اس زمانہ کے عوام تک فارسی میں خط وکتابت کرتے تھے اور فارسی کتابوں کا شوق سے مطالعہ کرتے تھے اس لیے اس زمانہ کے ارباب قلم اپنے مصنفات بھی فارسی میں زیادہ تر تحریر کرتے تھے۔ لیکن زمانہ نے ورق پلٹا اردو نے فارسی کی جگہ حاصل کی اور رفتہ رفتہ فارسی ترک ہونا شروع ہوئی یہاں تک کہ اب فارسی مثل عربی کے ایک علمی زبان ہو گئی ہے جس کے جاننے والے

خال خال نظر آتے ہیں اور زیادہ تر عام افراد فارسی کتابوں سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اس لیئے ضرورت ہوئی کہ تبلیغی مصنفات اہل ملک کے سامنے خود ان ہی کی مادری زبان اُردو میں پیش کیئے جائیں گذشتہ دور کے علماء میں جناب تاج العلماء سید علی محمد صاحب قبلہ نے اس ضرورت کا خاص طور سے احساس فرمایا تھا انھوں نے مبسوط و مختصر گرانقدر عربی تصانیف کے علاوہ جن کی فہرست طویل ہے مذہبی حقائق کو اُردو کے لباس میں پیش کرنے کی طرف بھی توجہ فرمائی اُن کا "ترجمۂ قرآن" اپنے رنگ کا نرالا اور واحد ترجمہ ہے جو بہت حد تک اس مقصد کا ترجمان ہے اور اُن کی بعض دوسری کتابیں بھی اس قسم کا ایک مخصوص سرمایہ ہیں۔

مرحوم و مغفور علامہ حکیم غلام حسنین صاحب کنتوری اعلی اللہ مقامہ کا بھی ذکر نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے جنھوں نے اپنی عمر کا بڑا حصّہ تبلیغ مذہب میں صرف کیا اور مضامین و مولفات کے ذریعہ سے شکوک و توہمات کا بڑے درجہ تک استیصال کیا۔

فخر الحکماء مولانا سید علی اظہر صاحب نے "رسالۂ اصلاح" کا اجراء کیا اور اس طرح نیز مستقل تصانیف کے ذریعہ سے تبلیغ مذہب کے ہزاروں برس گذرنے پر بھی نہ بھولنے والے

خدمات انجام دیئے اور مولانا محمد ہارون صاحب زنگی پوری مرحوم نے اپنی عمر کا آخری حصہ تمامتر تصنیف و تالیف میں صرف کر کے سنجیدہ طبقہ کے لیئے انتہائی مفید ذخیرہ معلومات پیش کیا۔

اس کے بعد مدرسۃ الواعظین اور امامیہ مشن دونوں ادارے آپ کے سامنے ہیں جو تقریری و تحریری تبلیغ کے مقصد سے قائم ہوئے اور شروع شروع قوم نے ان کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا اور اُن کی ضرورت کا احساس و اعتراف کیا مگر اب تک یہ اُس ترقی کے درجے تک نہیں پہونچے ہیں جو اس اہم مقصد کے شایان شان ہے

"والسلام"

فہرست رسائل امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۱	قاتلان حسینؑ کا مذہب	۴/	-/	۲۳	تذکرہ حفاظ شیعہ حصہ اول	۶/	-/
۲	تحریف قرآن کی حقیقت	تیسرا ایڈیشن زیر طبع		۲۴	" " دوم	۵/	-/
۳	مولود کعبہ	ختم	—	۲۵	مقصود کعبہ	-/	÷/
۴	وجود حجت	۴/	-/	۲۶	مذہب باب و بہا حصہ دوم	۹/	-/
۵	اصول دین اور قرآن	۴/	-/	۲۷	مذہب اور سائنس	-/	÷/
۶	اتحاد الفریقین حصہ اول	۴/	-/	۲۸	معرکہ کربلا	ختم	—
۷	حسین اور اسلام اردو	۱۰/	÷/	۲۹	کربلا کا مہا یودھ	"	—
۸	" " ہندی	-/	÷/	۳۰	دی ٹریجڈی آف کربلا انگریزی	"	—
۹	" " انگریزی	ختم	—	۳۱	اسلام کی حکیمانہ زندگی	۹/	-/
۱۰	متعہ اور اسلام	۹/	۲/	۳۲	دور استبداد	۴/	-/
۱۱	امامت ائمہ اثنا عشر از قرآن	۰/	÷/	۳۳	حقیقت بداء	۲/	÷/
۱۲	تجارت اور اسلام	ختم	—	۳۴	خطیب آل محمدؐ	۴/	-/
۱۳	اتحاد الفریقین حصہ دوم	"	—	۳۵	تدوین حدیث	-/	÷/
۱۴	علیؑ اور کعبہ ختم	—	—	۳۶	مطلوب کعبہ	-/	÷/
۱۵	رجال بخاری حصہ اول	۶/	-/	۳۷	محاربہ کربلا	۲/	÷/
۱۶	مذہب باب و بہا حصہ اول	۵/	-/	۳۸	اسلام کا پیغام اردو	۰/	÷/
۱۷	نوروز اور غدیر	-/	÷/	۳۹	دی میسج آف اسلام انگریزی	۰/	÷/
۱۸	مجاہدہ کربلا	۲/	÷/	۴۰	اثبات عزاداری	۴/	-/
۱۹	کربلا کا اتم بلیدان ہندی	ختم	—	۴۱	مسئلہ فدک	۵/	-/
۲۰	دی مارٹرڈم آف حسینؑ انگریزی	۲/	÷/	۴۲	تاجدار کعبہ	-/	÷/
۲۱	اسوۂ حسینی	۷/	÷/	۴۳	خلافت و امامت حصہ اول	۵/	-/
۲۲	جنگ صفین	۳/	÷/	۴۴	" " دوم	۴/	-/

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۴۵	خلافت وامامت حصہ سوم	۴؍	۲/	۵۷	حسینؑ کا پیغام عالم انسانیت کے نام	۱؍	۰/
۴۶	تحقیق اذان	۱؍	۰/	۵۸	اسلامی عقائد	۲؍	۰/
۴۷	ذوالجناح	۰/	۰/	۵۹	آثار باقیہ	۱؍	۰/
۴۸	شہدائے کربلا حصۂ اول	۴؍	۲/	۶۰	صحیفۂ سجادیہ کی عظمت	۱؍	۰/
۴۹	کربلا کا مہاسمر ہندی	۲؍	۰/	۶۱	خلافت وامامت حصۂ پنجم	۶؍	۲/
۵۰	حسین ان کربلا آف کربلا انگریزی	۱۰؍	۰/	۶۲	خدا کی معرفت	۸؍	۱/
۵۱	شہید اعظم	۲؍	۰/	۶۳	شہدائے کربلا حصۂ سوم	۴؍	۱؍
۵۲	لاتفسدوا فی الارض	۸؍	۱/	۶۴	خلافت وامامت حصۂ ششم	۸؍	۱/
۵۳	نہج البلاغہ کا استناد	۴؍	۱/	۶۵	دی لاسٹ مسیج آف حسینؑ	۲؍	۰/
۵۴	خلافت وامامت حصہ چہارم	۳؍	۱؍	۶۶	آئینۂ حقیقت مع نقد ونظر	زیر طبع	
۵۵	شہدائے کربلا حصہ دوم	۰۵	۲/	۶۷	شیعوں کی تازہ زندگی	۱؍	۰/
۵۶	ابو الائمہ کی تعلیمات	۴؍	۱؍	۶۸	صحیفۂ اعمال	عہ؍	۳/

فہرست امامیہ مشن بک ایجنسی لکھنؤ

نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک	نمبر شمار	نام رسالہ	قیمت	خرچ ڈاک
۱	الشہید	۱۰؍	۱/	۸	رجال بخاری حصہ دوم	۶؍	۰/
۲	کائنات قبل از اسلام	۲؍	۰/	۹	رسولؐ کی بیٹی	۲؍	۰/
۳	قاتلان حسینؑ کی گرفتاری	۸؍	۲/	۱۰	تاریخ ازدواج	۸؍	۱/
۴	حج دمیقات	عہ؍	۲/	۱۱	الہامی کلمات	۳؍	۱/
۵	وجیزۃ الاحکام	۴؍	۱/	۱۲	شہید اسلام	۶؍	۵/
۶	صحیفۂ تجلی	۸؍	۱/	۱۳	ثانیٔ زہراؑ	عہ؍	۲/
۷	گل عصمت	۱۰؍	۳/				

لکھنؤ میں ملنے والی ہر قسم کی کتابیں مشن سے کم از کم ۔/ا کی قیمت پر طلب فرمایئے

ملنے کا پتہ آنریری سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ نخاس لکھنؤ

شوکت حسن جلت سید مصطفےٰ حسن رضوی سکریٹری امامیہ مشن رجسٹرڈ لکھنؤ